69

شرعی اعمال اور قوت اخلاق

(فرمودہ ۲۹ ر ستمبر ۱۹۲۲ء)

حضور انور نے تشہد و تعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا۔

اسلام نے جو تعلیم انسانی اخلاق کے متعلق دی ہے وہ اپنی ساری تفاصیل سمیت ایسی اعلیٰ پایہ کی ہے اور اس قسم کی احتیاطیں اس کے لئے ضروری نہیں کہ ہر اخلاق اور ہر درجہ کا آدمی اس پر عمل نہیں کر سکتا۔ کیونکہ اسلام مکمل اور ایسا انسان پیدا کرنا چاہتا ہے جو خدا کے منشا کو پورا کرے۔ اس لئے ضروری تھا کہ اسلام اخلاق کا اعلیٰ ترین نقشہ پیش کرتا اور وہ ایسا ہوتا کہ انسان جہاں تک ترقی کر سکتا ہے اس کے سب مدارج اس میں ہوتے ورنہ اگر یہ حالت ہوتی کہ انسان ترقی کر کے ایک ایسے مقام پر جاتا کہ آگے جانے کے لئے اس کے لئے رستہ نہ رہتا تو نئی شریعت کی ضرورت پڑ جاتی۔

پس ضروری تھا کہ قرآن کریم ہی میں ساری تعلیم آتی جس سے بڑھ کر انسان ترقی نہیں کر سکتا۔ اس لئے ہر انسان سے یہ امید رکھنا کہ وہ اعلیٰ اور باریک مسائل کو برتے گا۔ یہ ایک ایسی امید ہے کہ جس کا پورا ہونا ناممکن ہے۔ کیونکہ کامل انسان چند ہی ہوتے ہیں ہر ایک انسان ترقی کر کے بی۔اے اور ایم۔اے ہو سکتا ہے مگر ہر ایک انسان بی۔اے اور ایم۔اے ہوتا نہیں۔ ہر ایک انسان عالم دین بن سکتا ہے۔ مگر ہر ایک عالم دین بنتا نہیں۔ ہر ایک انسان تاجر بن سکتا ہے۔ مگر بنتا نہیں۔ ہر ایک انسان اگر کوشش کرے تو اعلیٰ درجہ کا زمیندار بن سکتا ہے مگر بنتا نہیں۔

اسی طرح اعلیٰ اخلاق ہر ایک شخص حاصل کر سکتا ہے۔ مگر کرتا نہیں کچھ لوگ اخلاق میں بہت اعلیٰ درجہ کے ہوتے ہیں اور کچھ بہت ہی ادنیٰ درجہ کے ہوتے ہیں نہ اچھے اخلاق کی حد ہے نہ برے اخلاق کی حد ہے کئی لوگ اچھے اخلاق والے ہوتے ہیں۔ مگر ان میں ہزاروں کمزوریاں ہوتی ہیں۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ ہر کام میں ایک اوسط ہوتی ہے۔ اگر کسی شخص میں اس اوسط تک بھی اخلاق نہ ہوں تو وہ صاحب اخلاق نہیں کہلا سکتا۔

یہ کبھی نہیں ہوتا کہ ہر انسان سے یہ توقع رکھی جائے کہ وہ کمال ہی کو پہنچ جائے گا۔ مدرسہ میں

طالب علم پڑھتے ہیں کوئی مدرسہ کا افسر یا کوئی گورنمنٹ یہ توقع نہیں رکھتی کہ سب کے سب طلباء تمام سوالوں کا جواب دیں اگر کوئی توقع رکھے تو یہ غلط ہوگا۔ ہاں وہ جس چیز کی امید کرتے ہیں۔ وہ اوسط تعلیم ہے۔ کہ ہر ایک طالب علم کم از کم اتنے سوالوں کا جواب دے دے۔ اگر اتنا نہیں کرتا اور پاس ہونے کے لئے جتنے نمبروں کی بالاوسط ضرورت ہے اتنے نمبر حاصل نہیں کرتا تو اس سے یہ ثابت ہوگا کہ اس نے کچھ بھی کوشش نہیں کی جس طرح مدرسہ کے نمبر بتاتے ہیں کہ اس طالب علم کی تعلیم حالت کیسی ہے۔ اسی طرح روحانی امور میں ہوتا ہے۔ اور علاوہ روحانی امور کے تمام دنیاوی امور میں بھی یہی حالت ہوتی ہے۔ مثلاً تجارت ہے اس میں ہزاروں مدارج ہیں۔ مگر تاجروں میں ہر ایک ان تمام مدارج کو حاصل نہیں کرلیتا۔ البتہ ایک اوسط ہے۔ جس کا ہونا سب میں ضروری ہے۔ اگر کوئی شخص اوسط درجہ کے فن تجارت سے بھی واقفیت نہیں رکھتا تو وہ گھاٹا اٹھائے گا۔ اسی طرح زمینداری کا فن ہے اس میں بھی بہت سے مدارج ہیں جو شخص اس فن کا اعلیٰ درجہ کا ماہر ہوگا وہ ایک زمین سے بہت سا غلہ پیدا کرے گا۔ جو واقف نہ ہوگا وہ اتنا نہیں پیدا کرسکے گا۔ مگر اس کام کے لئے ایک اوسط ہے۔ جو شخص اس حد تک اس کام سے واقف نہیں ہوگا وہ کبھی اپنے کام میں کامیاب نہیں ہوگا۔ اس فن میں بھی ایک اوسط لیاقت ہے۔ جس کی امید کی جاتی ہے کہ ہر شخص میں ہو۔

یہی حال دین کا ہے کہ اس میں بھی ایک اوسط ہے۔ اگر اس اوسط تک کسی میں دینداری نہ ہو تو سمجھا جائے گا کہ اس شخص میں دین نہیں۔ تم دیندار کہلاتے ہو۔ مگر تمہاری عبادت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر نہیں۔ مسیح موعود کے برابر نہیں اولیاء کے برابر نہیں۔ پھر انبیاء کی عبادتیں آپس میں ایک دوسرے کے برابر نہیں ہوتیں۔ باوجود اس کے انبیاء' انبیاء ہی ہیں۔ کیونکہ ایک اوسط جو نبیوں میں ہونی چاہیے وہ ان میں ہوتی ہے۔ اور وہ نبی کہلاتے ہیں۔ اور پھر نبیوں میں بھی مدارج ہوتے ہیں۔

یہی حال حج اور زکوٰۃ کا ہے۔ ہزاروں لوگ حج کے لئے جاتے ہیں۔ کیا سب کا حج برابر ہوتا ہے ایک کے حج کا اتنا درجہ ہوتا ہے کہ دوسرے کے پچاس کے برابر ہوتا ہے اور ایک ایسے ہوتے ہیں کہ وہ حج کرتے ہیں مگر ان کا حج قبول نہیں ہوتا۔ وہ گویا فیل ہو جاتے ہیں۔ اس کے لئے بھی ایک اوسط ہے کہ اس میں انسان کا حج قبول ہو جاتا ہے۔ اور پھر قبول ہونے والوں میں بھی درجے ہوتے ہیں۔ رمضان کے روزے بہت لوگ رکھتے ہیں۔ ایک ہی قسم کی سب کو بھوک اور پیاس لگتی ہے۔ اور وقت بھی سب کا برابر ہی خرچ ہوتا ہے۔ مگر دلوں کے فرق کے ماتحت ان کے مدارج میں بھی فرق ہوتا ہے۔ اور جن کے روزے مقبول ہوتے ہیں ان میں زمین آسمان کے فرق ہوتے ہیں۔ مگر

اس کے باوجود ایک اوسط ہوتی ہے کہ اس حد تک صفائی نیت کے ساتھ جو روزہ رکھے گا اس کا روزہ مقبول ہو گا۔

یہی اخلاق کی حالت ہے اس میں شبہ نہیں کہ ہر ایک انسان اخلاق کی باریکیوں کو سمجھ نہیں سکتا۔ بعض حصے مخفی ہوتے ہیں اور وہ خدا کی طرف سے ان لوگوں پر کھولے جاتے ہیں جن کے اخلاق خدا تعالیٰ کے حضور میں پسندیدہ ہوتے ہیں اور وہ اخلاق قرآن اور حدیث ہی میں سے کھولے جاتے ہیں۔ اور وہ اس وقت کھلتے ہیں۔ جب وہ ظاہر میں نظر آنے والے اخلاق پر عمل کرتا ہے۔ اس کی حالت اس وقت اور ہوتی ہے۔ اور لوگوں کی اور ہوتی ہے مگر اس مقام پر ہر ایک شخص نہیں پہنچ سکتا اور ان اخلاق میں بھی ایک اوسط ہوتی ہے جس طرح ہر ایک یونیورسٹی میں ایک اوسط نمبروں کی ہوتی ہے جو اتنے نمبر حاصل کر لے وہ پاس سمجھا جاتا ہے اور جو اتنے نمبر حاصل نہ کر سکے اس کو پاس نہیں سمجھا جاتا۔ اسی طرح ایک انسان خدا سے تعلق پیدا نہیں کر سکتا۔ اگر اس میں اس اوسط تک اخلاق نہ ہوں۔ اور یہ ممکن ہے کہ وہ بہت اعلیٰ درجہ کے اخلاق نہ رکھتا ہو مگر خدا تعالیٰ سے اس کا تعلق پیدا ہو جائے اس لئے مومن کا فرض ہے کہ اپنے اندر کم از کم اوسط اخلاق پیدا کرے۔ اور اس پر وہ سہولت سے قابو پا سکتا ہے اور جو باریک اخلاق ہیں وہ بعد میں اس پر نازل کئے جاتے ہیں۔ مثلاً یہی کہ فلاں شخص سے کیا معاملہ کرنا چاہئیے فلاں سے کیا۔ مگر یہ اصولی باتیں نہیں ہوتیں۔ ان کا افراد سے تعلق ہوتا ہے۔

جو باتیں موٹی ہیں اور اصولاً" نہایت ضروری ہیں۔ اور ان پر انسان قبضہ پا سکتا ہے اور عام اخلاقی نقائص کو ان کے ذریعہ دور کیا جا سکتا ہے ان میں سے ایک بہت اہم اور نہایت ضروری یہ ہے کہ زبان کو سنبھال کر رکھا جائے۔ یہ بات کبھی بھی میری سمجھ میں نہیں آتی کہ گالیاں لوگ کیوں دیتے ہیں سوائے اس کے کہ یہ ایک کمزوری کی علامت ہے کمزور طبیعت آدمی اپنے جوش پر قابو نہ پا کر اس لغو طریق سے اس کا اظہار کرتا ہے۔ اور اس کا بیماری سے تعلق ہے۔ بعض لوگ بلا بیماری کے بھی گالیاں دیتے ہیں۔ اور یہ حالت اور بھی زیادہ قابل ملامت ہے۔ کیونکہ ان لوگوں کے لئے گالی دینے کا جائز یا ناجائز کوئی بھی محرک نہیں ہوتا یہ لوگ بہ نسبت اول الذکر کے اخلاق فاضلہ سے زیادہ واقف ہوتے ہیں۔ یاد رکھو کہ تم لوگوں میں قبولیت حاصل نہیں کر سکتے جب تک اخلاق حسنہ تمہارے اندر پیدا نہ ہوں۔ تمہارے روزے ایک ہندو کی نظر میں بھوکے مرنا اور تمہارا حج ایک کھیل ہو گا۔ کیونکہ وہ روزے اور حج کی خوبی کو سمجھ نہیں سکتا۔ تمہارا حج کے لئے جانا اور اونٹوں پر دھکے کھانا ایک پتھر کے بنے ہوئے مکان کے گرد سات بار چکر لگا کے ایک میدان میں جا کر دعا کرنا ایک کھلونا سمجھا جائے گا۔ اور یہ ایک عیسائی کے نزدیک تمسخر ہو گا۔ وہ لوگ تمہاری ان عبادتوں سے

نہیں سمجھ سکتے کہ تم خدا کے پیارے ہو ہاں اگر تمہاری کوئی بات ان پر اثر کر سکتی ہے تو یہی کہ تمہارے اخلاق ان سے اعلیٰ ہوں۔ وہ عبادت کو نہیں جانتے اخلاق کو جانتے ہیں۔

واقعہ میں مذہب کی کوئی چیز دوسرے پر اثر ڈالنے والی نہیں بجز اخلاق کی خوبی کے۔ اگر ایک شخص احمدی ہوتے ہی اخلاق کو درست کرتا ہے۔ خیانت' غضب' معاملہ میں زیادتی کرنے کو چھوڑ دیتا ہے۔ اور دوسرے کے حقوق محبت اور پیار سے ادا کرتا ہے۔ تو دیکھنے والوں پر اثر ہوگا کہ احمدیت بھی کوئی چیز ہے۔ تمہارا احمدی ہو کر نماز باقاعدہ پڑھنا ایک مسلمان پر اثر کرے گا۔ مگر ہندو پر اس کا اثر نہیں ہوگا غیر احمدیوں میں بھی نمازیں پڑھنے والے ہیں۔ مگر ایک ہندو اور ایک عیسائی کے نزدیک ان کا کوئی درجہ نہیں ہے ہاں جو شخص کسی سے معاملہ کرتا ہے اور قربانی کرتا ہے۔ کسی کی گالی کو برداشت کرتا ہے لوگوں کو ستاتا نہیں۔ کسی کی امانت کو کھاتا نہیں۔ کسں کا قرضہ تکلیف اٹھا کر بھی خوشی سے ادا کرتا ہے۔ اس سے ایک ہندو اور ایک عیسائی پر اثر ہوگا۔ اور وہ کہے گا کہ احمدیت نے اس میں ایک ایسی بات پیدا کر دی ہے جو میرے مذہب نے میرے اہل مذہب میں پیدا نہیں کی۔ اگر یہ بات نہیں تو ہزار ناک رگڑا جائے ہندوؤں پر اس کا کوئی اثر نہیں ہو سکتا۔

دیکھ لو ہندوؤں میں لوگ الٹے لٹکتے ہیں۔ اور الٹے لٹکے ہوئے ہی اپنے کام کرتے ہیں۔ میں نے ہندوؤں میں ایسے لوگ دیکھتے ہیں جو الٹے لٹکتے اور سردی میں ٹھنڈے پانی میں بیٹھ جاتے اور گرمی میں اپنے اردگرد آگ جلا لیتے ہیں۔ کیا تم ان لوگوں کی اس قسم کی نفس کشی سے خیال کرتے ہو کہ ہندو مذہب سچا ہے۔ ان کی ان عبادتوں کا تم پر اثر نہیں ہوتا۔ اگر سارے ہندو بھی اس طرح کریں۔ تو تم پر اس کا کچھ بھی اثر نہیں ہو سکتا۔ بلکہ تم ان کو پاگل کہو گے۔ اسی طرح تمہاری نماز اور تمہارے حج کو وہ تمہارا پاگل پن سمجھتے ہیں۔

ایک ہی بات ہے جس کا غیر مذہب کے لوگوں پر اثر ہو سکتا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اخلاق درست ہوں۔ اگر اخلاق درست ہوں گے تو یہ نہ صرف تمہارے لئے بہتر ہوگا۔ بلکہ دوسروں کے لئے بھی مفید ہوگا۔ وہی اعلیٰ درجہ کا مبلغ ہے۔ جس کے اخلاق درست ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہماری جماعت میں بہت سے ایسے لوگ ہیں جو معاملات میں قربانی کرتے ہیں اور ان کی حالت پر رشک آتا ہے۔ مگر کئی ایسے ہیں جو ان معاملات پر توجہ نہیں کرتے۔ وہ لوگ نام کے احمدی ہیں۔ احمدیت ان کے دل میں نہیں ہے۔ وہ منافق لوگ ہیں۔ اور لڑائیوں میں ان کی زبان درست نہیں رہتی مگر مجھے ان پر اس قدر افسوس نہیں جتنا ان پر ہے جو بد معاملگی دیکھتے ہیں اور اس کو روکنے کی کوشش نہیں کرتے۔ اور گالیاں سنتے ہیں۔ اور ان کو روکنے کے لئے ہاتھ نہیں اٹھاتے۔

ابھی دو تین دن کی بات ہے میں نے اپنے گھر میں سے دیکھا کہ ایک شخص نے کہا کہ "اجی وہ تو حرام زادہ ہے" اس وقت چار آدمی وہاں کھڑے تھے۔ مجھے حیرت ہے کہ انہوں نے گالی دینے والے کو روکا نہیں۔ وہ لوگ جو وہاں کھڑے تھے ان میں سے ایک کا مجھ کو نام بھی یاد ہے اور میں ان کا نام بھی لے دیتا ہوں۔ وہ سید محمد اسماعیل دفتر کے تھے۔ تین اور آدمی تھے۔ اور یہ سمجھ دار آدمی تھے۔ معمولی نہ تھے۔ مگر گالی سنکر ان میں سے کسی کے کان پر جوں تک نہ رینگی۔ گویا کہ کسی کو حرام زادہ کہنا بری بات نہیں تھی۔ یہی تو وہ بات ہوتی ہے جو عوام کہا کرتے ہیں صرف فرق یہ ہوتا ہے کہ یہ ذرا پیچیدہ بات ہے۔ اور وہ لوگ تشریح سے یہی بات کہا کرتے ہیں۔ جب بچے ایسی باتیں سنیں گے کہ داڑھی والے ایسے لفظ بولتے ہیں تو وہ ان الفاظ کے بولنے میں کچھ حرج نہیں سمجھیں گے۔

مجھے اس شخص پر بھی حیرت آتی ہے کہ خدا کے غضب میں گرفتار اور رات دن بیماری میں مبتلا ہے۔ جس سے عام طور پر اطباء مایوس ہو چکے ہیں۔ اور مالی حالت اس کی بہت خراب ہے۔ روز رقعے آتے رہتے ہیں کہ میری مدد کرو۔ اور اس کے اخلاق کی یہ حالت ہے کہ بلاوجہ ایک شخص کو حرام زادہ کہتا ہے۔ کیا وہ چاہتا ہے کہ اس پر اور لعنت پڑے۔ اور خدا اس کو اور دوزخ میں اتار دے۔ دوسرے لوگوں نے جو قریب ہی کھڑے تھے اس بات کو محسوس نہ کیا۔ اس سے یہ بھی مطلب نکل سکتا ہے کہ ان کے دل میں اخلاق کی قدر نہیں۔ لوگ گالیاں سنتے ہیں اور محسوس نہیں کرتے۔ اور کوئی شخص نہیں کہ جو ان کو پکڑ کر کہے کہ اپنی حالت درست کرو۔ اسی طرح جب لڑائی ہوتی ہے تو بڑے لوگ (بڑے سے میرا مطلب یہ ہے کہ بڑی عمر کے لوگ) گندی گالیوں پر اتر آتے ہیں۔ گالیاں تو سب ہی گندی ہوتی ہیں۔ مگر ایسی جن کا گند کھلا ہو۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ ایسے لوگ اوسط اخلاق کی حقیقت بھی نہیں سمجھتے۔ میں ایسے لوگوں کو جو گالیاں دیتے ہیں منافق کہہ کر خوش ہو لیتا۔ کیونکہ لڑائی میں گالی دینے والے کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منافق کہا ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ کثرت ایسے لوگوں کو ناپسند نہیں کرتی۔ وہ لوگ ان کے خلاف ہاتھ نہیں اٹھاتے ہاتھ اٹھانے سے یہ مطلب نہیں کہ ان کو مارتے نہیں بلکہ یہ کہ ان کو مناسب طریق پر روکتے نہیں۔ اگر وہ خود روک نہیں سکتے تو کم از کم مجھ کو لکھتے۔ تاکہ معلوم ہو کہ لوگ اس قسم کے لوگوں کو برا سمجھتے ہیں۔ جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں عبداللہ بن ابی ابن سلول کی حرکتوں کو تمام صحابہ ناپسند کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کی حرکتوں کو صحابہ کی طرف منسوب نہیں کیا جا سکتا جو خائن ہے بدگو ہے تم اس کے خلاف آواز اٹھاؤ اور اس کے خلاف رپورٹ کرو۔ پھر کوئی شخص ایسے شخص کی حرکات کو تمہاری طرف منسوب نہیں کر سکتا۔ منافقوں کی حرکتوں کو آج کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ صحابہ ایسے تھے۔ کیونکہ تاریخوں میں محفوظ چلا آتا ہے کہ صحابہ ایسے لوگوں سے نفرت

کرتے تھے۔ پھر ان کی طرف ایسے لوگوں کی حرکات کو کیسے منسوب کیا جا سکتا ہے اسی طرح اگر ہماری جماعت کے لوگ ایسے لوگوں سے نفرت کریں۔ ان کو ڈانٹیں اور ان کے افعال پر لعن طعن کریں۔ اور ان لوگوں کو بتائیں جو ان کا علاج کر سکتے ہیں تو یہ لوگ تھوڑے دنوں میں سیدھے ہو جائیں یا ہم سے کٹ جائیں۔ اور ان کے افعال کو کوئی شخص ہماری جماعت کی طرف منسوب نہ کر سکے۔ کیونکہ ہر ایک کو معلوم ہو جائے کہ یہ جماعت ان لوگوں سے تو خود نفرت کرتی ہے۔

پس میں پھر توجہ دلاتا ہوں کہ اخلاق کو درست کرو یاد رکھو کہ جو جماعت کسی اپنی طرف منسوب ہونے والے کی بدی کو دور کرنے کی کوشش نہیں کرتی۔ اس کا الزام ساری جماعت پر آتا ہے۔ تم اس الزام سے اسی وقت بچ سکتے ہو۔ جب تم ان کے ان اخلاق کو ناپسند کرو۔

اللہ تعالیٰ جماعت کو اخلاق حسنہ کے اختیار کرنے کی توفیق دے۔ اور جو کمزور اخلاق کے ہیں ان کی اصلاح ہو۔ اور ہماری جماعت ان کی اصلاح میں زور لگاوے۔ اگر ان کی اصلاح نہ ہوتی ہو۔ تو وہ لوگ جدا ہو جائیں۔

(الفضل ۱۶ر اکتوبر ۱۹۲۲ء)